مدارس دینیہ......خدمات اور ذمہ داریاں

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

قابل صد احترام حضرات علما کرام، رہنمایان ملت، ارباب مدارس!

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفرآباد کے اس اسمبلی ہال میں (۸ مارچ ۲۰۰۷) میں آپ سب کا اپنی تمام تر انتظامی، تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود تشریف لانے پر دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص طور پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے ہمیشہ کی طرح آج کے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

مجھ سے پہلے دیگر حضرات کے بیانات ہوئے جنہوں نے آج کے اس پروگرام کے مقصد پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ ان بیانات کے بعد کسی اضافی بیان کی چنداں ضرورت نہیں۔ صرف تعمیل ارشاد میں چند گزارشات پیش کر رہا ہوں:

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ وفاق المدارس العربیہ کا، آج کا یہ پروگرام آپ حضرات سے رابطے، ملاقات، مشاورت کے ساتھ ساتھ زلزلہ سے متاثرہ مدارس و مساجد کے ساتھ وفاق المدارس کی طرف سے یک جہتی کے اظہار کے لیے منعقد کیا گیا اور اس سلسلے کا پہلا اجتماع گزشتہ روز مانسہرہ میں ہوا، جہاں صوبہ سرحد کے بعض اضلاع کے علما کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور آج کے اس اجتماع میں الحمد للہ آزاد کشمیر کے متعدد اضلاع اور علاقوں سے آپ حضرات تشریف لائے ہیں۔

دینی مدارس کی تاریخ، اسلام کی تاریخ کے ساتھ وابستہ ہے۔ سب سے پہلا مدرسہ ''دار ارقم'' مکۃ المکرمہ میں اور اس کے بعد ''صفہ'' کے چبوترے پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قائم کیا۔ جتنی پرانی تاریخ اسلام کی

ہے، اتنی ہی پرانی تاریخ مدارس کی ہے۔ مدرسہ کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ اس کی تاریخ اسلام کے ساتھ ساتھ چلی ہے۔ مدرسہ اسلام کی تعلیم، تربیت اور اس کی حفاظت واشاعت کے مرکز کا نام ہے۔

آج کل ایک تاثر منصوبے کے تحت عام کیا جا رہا ہے کہ مدرسہ کی تعلیم ایک محدود تعلیم ہے، عام آدمی سمجھتا ہے کہ مدرسہ میں صرف وہ تعلیم دی جاتی ہے، جس سے طالب علم کو، صرف یہ پتہ چلے کہ نماز کیسے پڑھی جاتی ہے اور روزہ کیسے رکھنا ہے۔ زکوٰۃ وحج کے احکام اس کو معلوم ہوں اور اس کے نتیجے میں ایک مؤذن، امام مسجد یا کسی مسجد کا خطیب تیار کر کے معاشرے کو دیا جاتا ہے۔

آپ سب حضرات اہل علم ہیں، آپ کی موجودگی میں یہ بات اس لیے کہی جا رہی ہے، تا کہ اگر میں نے غلط سمجھا، تو آپ اصلاح فرمادیں اور اگر صحیح ہو تو اس کی تائید کر دیں۔ میری نظر میں مدرسہ صرف عبادت کی تعلیم کا نام نہیں۔ مدرسہ کی تعلیم نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تک محدود نہیں، بلکہ مدرسہ مکمل اسلامی تعلیمات کا نام ہے اور اس میں تو کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں کہ اسلام صرف عبادات کا دین نہیں ہے، بلکہ اسلام ضابطہ حیات اور ایک دستور زندگی ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہماری پیدائش سے لے کر موت تک کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے اسلام نے واضح قانون اور ہدایات ہمیں عطا کی ہیں اور اسی ضابطہ زندگی کی تعلیم مدرسہ میں دی جاتی ہے۔

مدرسہ کی تعلیم میں جہاں عبادات کی تعلیم ہے، وہاں اخلاقیات، معاملات، معاشیات، اقتصادیات کی تعلیم بھی ہے۔ وہاں عدالتی اور مالیاتی نظام کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ سیاسی نظام کی تعلیم بھی ہے اور حکومتی اور ریاستی نظام کی بھی۔

مدارس میں جہاں طہارت کے مسائل پڑھائے جاتے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مسائل پڑھائے جاتے ہیں، تو جہاں یہ بھی پڑھایا جاتا ہے کہ ہم نے زندگی کیسے گزارنی ہے۔ شہریوں، پڑوسیوں، اقلیتوں، غیر مسلموں، ذمیوں کے حقوق کیا ہیں؟ اسلامی عدالتی نظام کیا ہے؟ قاضی کو کس طرح فیصلہ کرنا ہے؟ شہادت کا معیار کیا ہے؟ وہاں جرائم کی تفصیلات اور اسلام کا نظام حدود وتعزیرات بھی پڑھایا جاتا ہے۔ وہاں اسلام کا مالیاتی نظام بھی زیر بحث آتا ہے کہ بیع و شراء اور لین دین کے احکام کیا ہیں؟ مدارس میں طلبہ کو اس بات کی بھی تربیت دی جاتی ہے کہ غیر مسلموں کو دعوت کیسے دینی ہے؟ اگر مسلمانوں پر حملہ ہوتا ہے تو جہاد کیسے کرنا ہے؟ اپنی آزادی کا تحفظ کس طرح کرنا ہے؟ اپنی شخصیت کی تعمیر کس انداز اور نہج پر کرنی ہے؟ ملک کے نظام کو کیسے چلانا ہے؟ لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق کس طرح دینے ہیں؟

گویا اسلام ایک پورا ضابطہ حیات ہے اور مدرسہ میں اسلام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ مدرسہ صرف مؤذن، امام کی حیثیت میں لوگوں کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ زندگی کے سارے نظام کی تعلیم مدرسہ دیتا ہے۔ آپ مدارس میں پڑھائی جانے والی کتاب ہدایہ ہی کو اٹھا کر دیکھیں، جس میں اسلام کے تمام قوانین موجود ہیں۔

آج کہا جاتا ہے کہ مدرسہ صرف مولوی، امام اور مؤذن پیدا کر رہا ہے۔ یقیناً مدرسہ یہ گراں قدر خدمت سرانجام دے رہا ہے، لیکن اگر آپ مولوی کو موقع دیں گے تو مولوی آپ کو جج بھی مہیا کرے گا، بینکار بھی مہیا کرے گا اور قانون سازی کے لیے افراد بھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے نظام سے اسلام کو نکال دیا ہے، اس لیے مدرسے کی تعلیم آج ہمیں بے معنی نظر آتی ہے۔ اگر ہم اپنے نظام، اپنی زندگی اور اپنے انفرادی و اجتماعی معاملات کو عین اسلام کے مطابق بنادیں، تو آپ کو مدرسہ کی تعلیم کی ہر جگہ اور قدم قدم پر اس کی ضرورت محسوس ہوگی۔

ذرا غور کریں، اگر ہماری عدالتوں میں تمام فیصلے اسلامی قوانین کے مطابق ہوں گے، اگر قانون ساز اداروں میں قانون سازی اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگی، اگر ہماری تجارت و معیشت کا ڈھانچہ اسلامی بنیادوں پر کھڑا ہوگا تو ضرور مدرسے کی تعلیم کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا اندازہ ہوگا۔ آپ یہاں (کشمیر میں) موجود قاضی بشیر صاحب اور دوسرے مفتیان کرام اور علما کو لے لیں، جو ریاست کشمیر کے محکمہ قضا سے منسلک ہیں اور اس میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بطریقہ احسن نبھا رہے ہیں، یہ سب حضرات ان ہی مدارس کے ہی تو فاضل ہیں۔

مدرسہ آج عالمی قوتوں کے ایجنڈے پر سرِ فہرست ہے۔ میں اکثر و بیشتر یہ سوچتا ہوں کہ آج عالمی اور بیرونی قوتیں اور پاکستان میں بھی بہت سے لوگوں کو مدرسے کا وجود آخر کیوں کھٹکتا ہے؟ اور کیوں اس پر ان کو اعتراض ہے؟ اگر ہم اس سوال کے جواب کے پس منظر کو دیکھیں تو مدارس پر سب سے زیادہ اعتراضات کی بوچھاڑ گیارہ ستمبر کے حادثے کے بعد شروع ہوئی۔ سقوطِ کابل کے بعد ساری دنیا کی نظریں مدارس پر جم گئیں اور ان کے بارے میں جھوٹا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ دہشت گردی کے اڈے ہیں، ان میں انتہا پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے، لیکن یہ ایک لغو بات ہے، جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ مدارس کا وجود دو چار سال سے نہیں، بلکہ اس کا وجود طلوع اسلام سے منسلک ہے۔ سب سے پہلا مدرسہ مکہ، پھر مدینہ اور پھر ساری دنیا میں پھیلا۔ ہمارے برصغیر میں یہ مدارس تین سو سال سے قائم ہیں۔ ان کی خدمات کا دائرہ کار تین صدیوں پر محیط ہے۔ اگر مدارس کی وجہ سے تشدد، انتہا پسندی، فرقہ واریت اور دہشت گردی ہوتی، تو اسے دس پندرہ سالوں سے پہلے بھی ہونا چاہیے تھا، پس معلوم ہوا کہ اس کے اصل اسباب کچھ اور ہیں۔ مدارس کو اس معاملے میں صرف بدنام کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں خودکش حملے سن 2002ء میں شروع ہوئے اور اب تک تقریباً 28 خودکش حملے ہو چکے ہیں اور 2007ء کے دوران تقریباً آٹھ خودکش حملے ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بم دھماکے، قتل و غارت اور فائرنگ کے کئی واقعات پیش آئے۔ آج ان کو مدارس سے جوڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اب فیصلہ آپ کریں کہ کیا پاکستان کے یہ مدارس 2002ء سے قبل موجود نہیں تھے؟

یہ عجیب بات ہے کہ حادثہ نیویارک میں رونما ہوتا ہے اور الزام پاکستان کے مدارس کے سر تھوپ دیا جاتا ہے،

دھماکے لندن میں ہوتے ہیں اور ذمہ دار پاکستانی مدارس کو ٹھہرایا جاتا ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟ کہیں اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ اس بے سروپا پروپیگنڈے سے ان کے کچھ اور مذموم مقاصد ہیں!! حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ مدارس نجی شعبے میں اتنی گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں کہ تمام انسانی حقوق کے علمبردار اور تعلیم کو بنیادی حق قرار دینے والے لوگوں کی طرف سے اہل مدارس کو خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے تھا، لیکن کاش! ایسا نہیں ہوا، بلکہ یہ تنظیمیں الٹا ان کی کردار کشی میں مصروف ہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان جس سے ملحق چاروں صوبوں، آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں دیہات اور شہر کے چھوٹے بڑے پرائمری سے لے کر ایم اے اور تخصصات کی کلاسوں تک کے اس وقت دس ہزار سے زائد مدارس کام کر رہے ہیں، جن میں سولہ لاکھ سے زائد طلبۂ و طالبات کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ اگر اس کے ساتھ دیگر مکاتب فکر کے مدارس کے طلبہ کی تعداد بھی شامل کر لی جائے تو تقریباً بیس پچیس لاکھ تعداد بنتی ہے۔ اتنا بڑا نیٹ ورک جو ملک کی خدمت کر رہا ہے کہ ملک میں شرح خواندگی کو بڑھا رہا ہے۔ شرح خواندگی اور فروغ تعلیم میں اپنی مدد آپ کے تحت اپنا حصہ ڈال رہا ہے اور پاکستان اور آزاد کشمیر کے پسماندہ علاقے جہاں کوئی اسکول نہیں، وہاں ایک مکتب اور مدرسہ موجود ہے، جو وہاں کے بچوں اور بچیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں ہر وقت مصروف خدمت رہتا ہے۔ یہ نجی شعبے میں فروغ تعلیم کا سب سے بڑا نیٹ ورک ہے اور یہ نیٹ ورک صرف تعلیم کو عام نہیں کر رہا، بلکہ شرح خواندگی میں اضافے کے ساتھ ساتھ یہ مدارس تقریباً تین ملین انسانوں کو مفت خوراک، رہائش اور علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرنے کے علاوہ ان کو مفت کتابیں بھی مہیا کر رہے ہیں، طلبہ کی اتنے بڑے پیمانے پر خدمت کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ یہ صرف اور صرف برصغیر کے علما کا کارنامہ ہے۔ امریکہ، یورپ اور دیگر مغربی ممالک جو معاشی لحاظ سے نہایت ہی مضبوط ہیں، لیکن وہاں تعلیم کو سامان تجارت بنا دیا گیا ہے، تعلیم کو مہنگے سے مہنگا کر دیا گیا ہے، جہاں تعلیم حاصل کرنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔

اور پھر دوسری بات یہ بھی دیکھیں کہ پاکستان میں تمام مدارس قومی یکجہتی اور وحدت کے فروغ کے مراکز ہیں۔ ایک ہی مدرسے میں اور ایک ہی چھت کے نیچے سندھی، بلوچ، پٹھان، پنجابی، کشمیری اور دیگر مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے رہتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ اقامت نماز، تعمیر مسجد اور اس کے لیے فراہمی امام وغیرہ، یہ ایک مسلمان حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے، جب کہ حکومت اپنی ذمہ داری نبھانے کے بجائے مساجد کو گرا رہی ہے۔ چنانچہ نجی شعبے میں علما کرام نے یہ گراں قدر ذمہ داری اپنے سر اٹھا رکھی ہے اور پورے ملک کے مسلمانوں کو وہ مساجد بھی تعمیر کرا کر دیتے ہیں اور ان کو

امام، مؤذن اور خطیب بھی فراہم کرتے ہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ شرعی مسائل میں رہنمائی کے لیے عوام کی نگاہیں بھی اس درویش مولوی کو ڈھونڈتی ہیں اور وہ اسی پر اعتماد کرتے ہیں اور صرف پاکستان ہی پر کیا موقوف، دیگر ممالک کو بھی علما ان ہی مدارس نے مہیا کیے۔

حال ہی میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے ایک وفد نے برطانوی حکومت کی دعوت پر برطانیہ کا دورہ کیا اور وہاں کے وزیر تعلیم اور ہوم سیکریٹری اور مختلف شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ میں نے ان سے کہا کہ پاکستان کے مدارس صرف پاکستان ہی کے محسن نہیں، بلکہ آپ کے برطانیہ اور یورپ کے بھی محسن ہیں۔ کہنے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ یہاں کے مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کی ضروریات پوری کرنا حکومت برطانیہ کی ذمہ داریوں میں سے ہے، جن میں سے ایک ان کی دینی تعلیم بھی ہے۔ یہاں مساجد بھی ہیں، علما بھی ہیں، اسکالرز، دانشور اور دیگر رہنما بھی ہیں اور یہ سب کچھ ہم مہیا کر رہے ہیں۔ گویا کہ آپ کے ملکوں میں بھی یہ گراں قدر خدمت ہم سرانجام دے رہے ہیں۔

ان تمام حوالوں سے چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے بھی اور باہر کے لوگ بھی، جو انسانی خدمت کے دعوے دار ہیں، وہ مدارس کے علما کو خراج تحسین پیش کرتے۔ پھر آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان مدارس نے یہاں تک اپنی خدمات کا دائرہ کار پھیلایا کہ غیر ملکی طلبہ یہاں پاکستان میں آتے ہیں اور تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ میں نے ایک مجلس میں کہا تھا کہ سیکولر تعلیم کے لیے نہیں، ہماری عمومی عصری تعلیم کے لیے انجینئرنگ، میڈیکل اور سائنس و ٹیکنالوجی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہمارے مسلمانوں کے بچے امریکا، برطانیہ، جرمنی اور فرانس وغیرہ میں جاتے ہیں۔ کیا یہ پاکستان کا اعزاز نہیں ہے کہ ان تمام ملکوں سے دینی تعلیم کے لیے لوگ اپنے بچے پاکستان بھیجتے ہیں اور اگر میں یہ کہوں، تو غلط نہ ہو گا کہ تعلیم کے میدان میں آپ نے تو پاکستان کو دنیا سے تعلیم لینے والا بنایا اور ان مدارس اور علما کرام نے پاکستان کو تعلیم دینے والوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ مختلف ممالک کے طلبہ جب یہاں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے ملکوں کو لوٹتے ہیں تو وہ وہاں پاکستان کے سفیر بن جاتے ہیں۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال ملاحظہ فرمائیں کہ جب یہاں ۸، اکتوبر ۲۰۰۵ء کو قیامت خیز زلزلہ برپا ہوا تو بندہ اس وقت برطانیہ میں تھا۔ وہاں کی ہر مسجد اور اسلامک سینٹر میں زلزلہ متاثرین کے لیے کروڑ روپے چندہ اکٹھا ہوا اور اس چندے کی طرف لوگوں کو اکٹھا کرنے والے یہی مدارس کے فیض یافتہ علما تھے۔ غور کریں اگر یہ علما وہاں نہ ہوتے تو اتنی کثیر تعداد میں امداد جمع ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں بڑی ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی مدرسہ انتہا پسندی، تشدد یا دہشت گردی اور فرقہ واریت کی تعلیم میں کبھی ملوث نہیں رہا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج تک ہمارے مطالبے کے باوجود کسی ایک مدرسے کا نام پیش نہیں کیا جا سکا، جہاں کوئی ایسی تعلیم، یا تربیت دی جا رہی ہو۔ ہماری آج بھی کھلی دعوت ہے کہ جس کا جی چاہے مدارس میں

آئے اور یہاں کا جائزہ لے کہ یہاں طلبہ کی کس طرح اور کیسی تربیت کی جارہی ہے؟

دہشت گردی کے اصل اسباب کچھ اور ہیں جن میں حکمرانوں کی پالیسیوں کا بھی بڑا دخل ہے۔ وہ اپنی غلط پالیسیوں اور اقدامات پر نظر ثانی کریں اور دہشت گردی کے واقعات کو مدارس کے ساتھ نہ جوڑیں۔ اگر حکمران مدارس کو کچھ دے نہیں سکتے، تو ان کا نقصان بھی نہ کریں۔ یہ مدارس پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی چھاؤنیاں ہیں۔ آج کشمیر کے اندر آزادی کی جنگ لڑی جارہی ہے۔ جس طرح وہاں یہ جنگ عوام لڑ رہے ہیں، اسی طرح وہاں کے طلبہ بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ ان ہی طلبہ نے افغانستان میں روس کے خلاف پاکستان کی جنگ لڑی اور ان کے قدم روکے، جو گرم پانی تک رسائی چاہتے تھے۔ آج پاکستان اپنے ابتلا کے صبر آزما اور نازک دور سے گزر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا قریبی ملک ہندوستان ہمارا خیر خواہ نہیں۔ دوسری طرف افغانستان میں پاکستان مخالف لوگوں کی حکومت قائم ہے۔ ایران پر حملے کی تیاریاں ہورہی ہیں۔

الغرض اس وقت پاکستان چاروں طرف سے مصیبت میں گھر چکا ہے، اگر خدانخواستہ پاکستان پر کوئی برا وقت آتا ہے تو ان ہی مدارس اور اس کے درویش صفت طلبہ کو صف اول میں وطن عزیز کا دفاع کرتے دیکھیں گے۔ کسی کو یہ "ملک" عزیز ہوگا، اپنے اقتدار کے لیے، کسی کو اپنے مالی مفادات کے لیے، اس ملک سے محبت ہوگی، جب کہ اہل مدارس کو یہ ملک عزیز ہے، اپنے ایمان کی وجہ سے۔

حال ہی میں میڈیا چینل پر موجودہ صورتحال کے بارے میں مذاکرہ ہورہا تھا، جہاں احقر کے علاوہ سابق وفاقی وزیر داخلہ معین الدین حیدر بھی تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ جناب! مدارس میں کہیں بھی ہتھیار موجود نہیں اور اگر ان کے ہاتھ میں ہتھیار دیے ہیں، تو یہ آپ نے دیے ہیں، ہم نے نہیں دیے۔ ان کو ہتھیار چلانے کی تربیت آپ ہی نے تو دی ہے۔ جب روس افغانستان میں داخل ہوا، تو اس وقت آپ کے نزدیک مجاہد تھے اور آپ ان کے پاؤں کی مٹی بھی چومنے کے لیے تیار تھے، لیکن جب وہاں امریکا آیا، تو آپ نے ان کو دہشت گرد قرار دے دیا، میرا سوال یہ ہے کہ کل تک مجاہد آپ کے ہاں آج دہشت گرد کیوں بن گئے؟ حالاں کہ دونوں حالات میں فرق کچھ بھی نہیں۔ اس وقت اگر روس کی شکل میں ایک غیر ملکی قوت بردار اسلامی ملک پر پنجے گاڑے ہوئے تھی، تو آج بھی وہی صورتحال ہے۔ کسی غیر ملکی اور جارح اور غاصب قوت کے خلاف آزادی اور جدوجہد، جہاد کہلاتا ہے۔ جب کہ آج کشمیر کی آزادی کی جنگیں لڑی ہیں اور کچھ حال میں بھی لڑ رہی ہیں، اگر مسلمان اپنی آزادی کی جنگ لڑتا ہے، تو اسے فساد اور دہشت گردی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے؟ آج دنیا میں دہشت گردی پھیلانے والے امن پھیلانے کے علمبردار بن گئے ہیں۔ عراق ہی کی مثال لے لیں۔ امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم عراق کو آزادی دلانے آئے ہیں، جب کہ خود قابض ہو کر بیٹھے ہیں اور قبضے کو آزادی کا

نام دے دیا۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مذکورہ تمام حالات وواقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بندہ یہ سمجھتا ہے کہ مدارس تو تعلیم دیتے ہیں، مدارس طلبہ کی کفالت کرنے والے ادارے ہیں، یہ تو قوم کی نئی نسل نو کی تعلیم وتربیت اوران کی خدمت میں مگن ہیں، پھران کی مخالفت کی بنیادی وجہ صرف اورصرف یہ ہوسکتی ہے کہ مدارس میں ظلم کے خلاف مزاحمت اور ظالموں سے سمجھوتہ نہ کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدارس اپنے طلبہ کو ہر برائی کے خلاف ڈٹ جانے کا درس دیتے ہیں، چاہے جان کیوں نہ چلی جائے اور یہ تعلیم صرف مدرسہ کی تعلیم نہیں، بلکہ اسلام کی تعلیم بھی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب مشرکین مکہ کی طرف سے یہ کہا گیا کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑدیں اور ہمیں اپنی حالت پر رہنے دیں، اس کے بدلے میں ہم آپ سے کچھ تعرض نہیں کریں گے، تو آپ نے ان مشکلات وآلام کے باوجود، ان سے سمجھوتہ نہیں کیا، بلکہ آپ نے ارشادفرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اوردوسرے پر ماہتاب رکھ دیا جائے تو بھی میں حق کو حق اور باطل کو باطل ہی کہوں گا۔ ارباب مدارس اسلام کے چوکیدار ہیں اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان ان مدارس کا چوکیدار اور پہرے دار ہے۔

وفاق المدارس نے حال ہی میں نام نہاد ''تحفظ حقوق نسواں'' کے نام سے منظور کیے جانے والے خلاف قرآن و سنت قانون کی، مخالفت میں پورے ملک کے اندر آواز اٹھائی۔ ٹھوس دلائل سے اس کا خلاف شریعت ہونا ثابت کیا اور اس بات کو ثابت کیا کہ مذکورہ قانون پاس کرکے خواتین کو دھوکہ دیا گیا اوران کا صرف نام استعمال کیا گیا۔

وفاق المدارس جس محاذ پر ہے، مدارس کے اعتماد سے، اس نے الحمدللہ اب تک حکمت عملی اور فہم وفراست سے تصادم سے بچتے ہوئے بات چیت کے ذریعے مدارس کے نظام تعلیم، نصاب تعلیم، نظام امتحان اور نظام مالیات میں ایک رائی کے دانے کے برابر فرق نہیں آنے دیا۔ ارباب ''وفاق'' نصاب تعلیم میں تبدیلی تو خود کرتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ زمانے کے تقاضوں اوراس کی ضرورتوں سے اس کو ہر طرح سے ہم آہنگ بنایا جائے، لیکن بنیادی چیزیں قرآن و سنت کی اس سے نکال دی جائیں، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وفاق المدارس پر دباؤ ہے کہ وہ جہاد کی تعلیم دینا چھوڑ دے۔ ہم نے اس کے جواب میں کہا کہ جہاد اور فساد ودہشت گردی میں فرق ہے۔ جہاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور ہمارے دین کا حصہ۔ ہم اس کی تعلیم دیتے تھے، دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ ہم نے ان پر واضح کیا کہ وہ پہلے جہاد کے معنی سمجھ لیں کہ کسی بے گناہ کو مارنے اور اٹیک کرنے کا نام جہاد نہیں ہے اور ہم نے کہا کہ ہم اسی جہاد کی تعلیم مدرسوں میں دیتے ہیں، جس کی ٹریننگ پرویز مشرف صاحب فوجی چھاؤنیوں میں دیتے ہیں۔ ہم مدارس میں جہاد کی تھیوری پڑھاتے ہیں، جب کہ پرویز مشرف صاحب اس کی ٹریننگ دیتے ہیں۔ ہم بین الاقوامی برادری سے کہتے ہیں کہ اگر وہ جہاد کی عملی

تربیت اور ٹریننگ دینے کے باوجود آپ کے دوست ہیں، تو ہم آپ کے دشمن کیسے بن گئے۔ جب کہ ہم تو صرف تعلیم دیتے ہیں۔ اگر وہ جہاد جرم نہیں، تو یہ بھی جرم نہیں ہونا چاہیے۔ ہم کسی بے گناہ کے مارنے کو جہاد نہیں کہتے۔ ہم نے خودکش حملوں کی مذمت کی، آج پھر کرتا ہوں اور پورے وفاق کا یہ موقف ہے کہ کسی بے گناہ کو مارنا، کسی مسلمان کو نشانہ بنانا اور مسلم ممالک میں مسلمانوں پر خودکش حملے کرنا جائز نہیں ہے۔ الحمدللہ دینی مدارس نے ہر دور میں تمام تر تیز و تند ہواؤں کے باوجود اپنا کام جاری رکھا ہوا ہے اور ان شاء اللہ یہ ادارہ آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔

اس موقعے پر میری آپ سے چند گزارشات ہیں: ایک تو یہ کہ آپ تمام حالات پر نظر رکھیں اور یقیناً آپ کی نظر بھی ہوگی۔ دوسری درخواست یہ کہ آپ اپنے علاقے کے عوام سے اپنا تعلق بڑھائیں۔ ایک دور تھا، جب منبر اور محراب علاقے کے عوام سے رابطے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ تھا، لیکن جب سے میڈیا اور سائنس و ٹیکنالوجی نے ترقی کی ہے اور گھر گھر اپنے خیالات و افکار چاہے اچھے ہوں یا برے، پہنچانے کا ایک مؤثر وسیلہ بن گئے ہیں، تب سے عوام یک طرفہ پروپیگنڈے کا شکار ہو رہے ہیں، لہٰذا آپ کو بھی چاہیے کہ اپنا تبلیغی، اصلاحی اور معاشرے سے رابطہ اور تعلق کا دائرہ کار وسیع کریں اور اس سلسلے میں پہلے سے زیادہ محنت کریں۔ ہمیں آپ حضرات سے گلہ ہے کہ ۱۸ اکتوبر کے زلزلے کے بعد بہت سی غیر مسلم این جی اوز یہاں آکر امدادی کاموں کی آڑ میں فحاشی اور عریانی پھیلا رہی ہیں اور حد تو یہ ہے کہ بعض مشنری تنظیمیں ارتدادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ علما کی ذمہ داری ہے کہ جب عوام کا عقیدہ خطرے میں ہو تو اس صورت میں علما کو صرف قراردادیں پاس کرنے پر اکتفا نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ کچھ عملی اقدامات کرنا بھی ضروری ہو جاتے ہیں اور اس صورت حال کے ازالے کے خلاف ایک مشن اور لائحہ عمل مرتب کرنا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود کہ علاقے میں جتنا بڑا نقصان ہوا ہے، اتنی بڑی امداد کی بھی ضرورت ہے، لہٰذا امداد کے ساتھ ساتھ ان کے دین اور ایمان پر بھی پہرہ دینا ہماری ذمہ داریوں میں سے ہے۔

نصاب تعلیم کے بارے میں وفاق المدارس جو بھی فیصلے کرتا ہے، وہ بڑے غور و فکر اور اکابر و تجربہ کار حضرات کی مشاورت سے کرتا ہے، لہٰذا ان فیصلوں پر عمل درآمد بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی پہلو تشنہ رہ گیا ہو، اس کی نشاندہی کریں، نظر ثانی کر لی جائے گی۔ قرآن و حدیث کے علاوہ ہر چیز پر غور ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر وفاق المدارس نے حال ہی میں بنات کے نصاب کی مدت بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے سامنے ایک نقطہ نظر تھا کہ رسوخ فی العلم ہو اور وہ اسی صورت ممکن ہے کہ ان کے تعلیمی دورانیے میں اضافہ کر دیا جائے، تاکہ اس کو ایک مضبوط علمی استعداد حاصل ہو جائے، لیکن اگر کسی کو اتنی فرصت میسر نہیں تو وہ تین سالہ مختصر نصاب پڑھ کر دین اور گھر کی بنیادی ضروریات سے آگاہ ہو سکتی ہے، لیکن پھر بھی اگر آپ کے خیال میں اس پر مزید نظر ثانی ہونی چاہیے تو اپنی رائے دیں، ہم دوبارہ اس کو

مجلسِ عاملہ کے سامنے پیش کریں گے۔آج عالمی حالات اور علاقائی صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ امت مسلمہ متحد ہو اور امت کو متحد کرنے والے خود بھی متحد ہوں، اس لیے اس سلسلے میں پہل ہمیں اپنی ذات سے کرنی چاہیے۔آپ اس بات پر اطمینان رکھیں کہ آپ نے جو امانت اور اکابر کی وراثت وفاق کی قیادت کے سپرد کی ہے، ان شاء اللہ وہ اس کی حفاظت کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

میں آزاد کشمیر کے وزیر قانون جناب عبدالرشید عباسی صاحب کا خاص طور پر شکر گزار ہوں، جنہوں نے یہاں تشریف لا کر ممنون کیا۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔میں ان کی خدمت میں انتہائی ادب سے ایک درخواست کرنا چاہوں گا کہ وہ اپنی حکومت کے تعمیر نو پروگرام میں متاثرہ مساجد کو بھی ضرور شامل رکھیں۔جس طرح اسکول، پارک اور اسپتال وغیرہ قومی ضروریات میں سے ہیں، اسی طرح مساجد بھی ہماری دینی وملی ضروریات میں سے ہیں۔اس لیے میں امید رکھتا ہوں کہ آزاد کشمیر حکومت اپنے وسائل کی حد تک اپنے تعمیر نو کے پروگرام میں مساجد کی تعمیر بھی شامل رکھیں گے۔اسی طرح میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ مظفر آباد یا قرب وجوار کے علاقوں کی تعمیر کا ماسٹر پلان نہیں بنا، حکومت وہ جلد از جلد بنائے، تا کہ لوگ گومگو اور تردد و پریشانی کی صورتحال سے نکل کر اپنے لیے گھر تعمیر کرسکیں۔

۸، اکتوبر کے زلزلے کے بعد جہاں دوسری تنظیموں اور اداروں نے امدادی اور فلاحی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، وہاں وفاق المدارس بھی سرفہرست رہا، جس نے ملک کے اندر و باہر لوگوں کو امداد کی طرف متوجہ کیا۔نہ صرف یہ، بلکہ وفاق المدارس نے عملی طور پر امداد کے سلسلے میں ایک فنڈ بھی قائم کیا، جس میں مدارس ہی نے حصہ ڈالا اور جسے ہم آپ کی خدمت میں آج پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔آزاد کشمیر کے تقریباً 107 مدارس، جنہیں ہم امدادی رقم پیش کر رہے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ یہ رقم نہایت حقیر ہے اور شاید آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ ہو، لیکن یہ وفاق المدارس کی طرف سے ایک جذبہ اور یک جہتی کا اظہار ہے اور ان شاء اللہ اس مد میں اگر مزید رقم ملی، تو وہ بھی آپ کی خدمت میں پہنچائیں گے۔لیکن ایک بات ضرور ہے کہ یہ وفاق المدارس کی تاریخ میں عملاً مالی تعاون کی پہلی مثال ہے اور شاید یہ ایک بہترین آغاز ثابت ہو۔

آپ حضرات اس قلیل حصے کو کثیر سمجھیں اور دعائیں اس کے علاوہ ہیں۔اللہ تعالیٰ آزاد کشمیر اور دیگر زلزلہ سے متاثر علاقوں کی آبادی اور تعمیر نو کو جلد از جلد مکمل فرمائیں اور یہاں کی حکومت کو اس سلسلے میں وسائل بھی مہیا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ کشمیر کی آزادی کو جلد از جلد مقدر فرمائیں اور کشمیر کے مجاہدین کی جدوجہد اور قربانیوں کو اپنے منطقی انجام تک پہنچائیں۔

(آمین)

☆☆☆